https://farid.ps/articles/israel_nakba_forced_labor/ur.html

بھولی ہوئی باب: ۱۹۴۸ کی جنگ کے دوران اسرائیلی کیمپوں میں فلسطینیوں کی قید اور جبری مشقت

۱۹۴۸ کی عرب۔اسرائیل جنگ، جسے فلسطینیوں کے نزدیک «نکبہ» یا «تباہی» کہا جاتا ہے، مشرق وسطیٰ کی تاریخ کا ایک فیصلہ کن موڑ تھی جس کے نتیجے میں سات لاکھ سے زائد فلسطینی بے گھر ہوئے اور اسرائیل ریاست قائم ہوئی۔ گاؤں خالی کرانے اور فوجی آپریشنز کے افراتفری کے درمیان ایک کم جانا پہلو سامنے آتا ہے: ہزاروں فلسطینی شہریوں کو اسرائیل کے زیرِ انتظام قید خانوں میں بند کرنا۔ بین الاقوامی کمیٹی برائے صلیب احمر (ICRC) کی خفیہ رپورٹس اور تاریخی تجزیوں کی روشنی میں یہ مضمون بتاتا ہے کہ کون قید کیا گیا، انہوں نے کتنی سخت حالات برداشت کیے، ان پر کس نوعیت کی جبری مشقت مسلط کی گئی، اور یہ سب کس طرح قائم شدہ بین الاقوامی انسانی قانون کی خلاف ورزی تھی۔ اسرائیلی روایات اکثر ان کیمپوں کو ممکنہ جنگجوؤں کو روکنے کے لیے ضروری جنگی اقدام قرار دیتی ہیں، جبکہ فلسطینی روایات ان میں منظم زیادتیوں اور استحصال کو اجاگر کرتی ہیں، اور تنازع کی انسانی قیمت کو واضح کرتی ہیں۔

کون قید کیا گیا: گولیوں کے درمیان پھنسے شہری

ان کیمپوں میں قیدی زیادہ تر فلسطینی شہری تھے، جنگجو نہیں، جو اسرائیل کی علاقہ محفوظ کرنے اور یہودی آبادی کی اکثریت قائم کرنے کی فوجی مہموں کے دوران پکڑے گئے۔ اندازوں کے مطابق کم از کم ۲۲ مقامات پر ۵۰۰۰ سے ۹۰۰۰ افراد کو ۱۹۴۸ سے لے کر ۱۹۵۵ تک قید رکھا گیا—پانچ سرکاری پی او ڈبلیو/لیبر کیمپ اور ۱۷ تک غیر سرکاری۔ سرکاری کیمپ جیسے عتلیت (حیفا کے قریب)، اجلیل (یافا کے شمال مشرق)، صرافند (مہاجر گاؤں صرافند العمار کے قریب)، تل لیتونسکی (تل ابیب کے قریب)، اور ام خالد (نیتنیا کے قریب) میں زیادہ تر قیدی تھے، جن کی گنجائش چند سو سے لے کر تقریباً تین ہزار تک تھی۔ غیر سرکاری کیمپ پولیس سٹیشنوں، سکولوں یا گاؤں کے گھروں میں عارضی طور پر قائم کیے گئے، اکثر ایسی جگہوں پر جو اقوام متحدہ کی تقسیم کے منصوبے کے تحت عرب ریاست کے لیے مختص تھیں۔

آبادی کے لحاظ سے قیدی زیادہ تر ۱۵ سے ۵۵ سال کے قابلِ مشقت مرد تھے جنہیں «لڑائی کی عمر» قرار دے کر ممکنہ خطرہ سمجھا جاتا تھا حالانکہ وہ شہری تھے۔ لیکن ریکارڈ بتاتے ہیں کہ جال بہت وسیع تھا: ۵۵ سال سے اوپر کے بوڑھے (کم از کم ۹۰ دستاویزی)، ۱۰-۱۲ سال کے لڑکے (۱۵ سے کم عمر ۷۷)، تپ دق سمیت مریض، اور کبھی کبھار عورتیں اور بچے بھی۔ سرکاری کیمپوں میں ۸۲-۸۵ فیصد فلسطینی شہری تھے، جو باقاعدہ عرب فوجیوں یا اصلی پی او ڈبلیو سے کہیں زیادہ تھے۔ گرفتاریاں اکثر بڑے پیمانے پر بے گھری کے دوران ہوئیں، جیسے جولائی ۱۹۴۸ کی «آپریشن دانی» میں جب لد اور رملہ سے ۶۰-۷۰ ہزار فلسطینیوں کو نکالا گیا اور بالغ مردوں کا ایک چوتھائی حصہ قید کر لیا گیا۔ اسی طرح اکتوبر ۱۹۴۸ کی «آپریشن حیرام» میں البعنہ، دیر الأسد اور طنطورہ جیسے گلیل کے گاؤں صاف کیے گئے۔

اغوا کے طریقے منظم اور وحشیانہ تھے: مردوں کو پہلے سے تیار کردہ مشتبہ فہرستوں کی مدد سے خاندانوں سے الگ کیا جاتا، شدید گرمی میں پانی کے بغیر پیدل مارچ کروائے جاتے، یا بھاری حفاظت میں ٹرکوں میں ڈال دیا جاتا۔ بہت سے بغیر ثبوت یا مقدمہ کے «خرابکار» قرار دے دیے جاتے، جو سیکورٹی، آبادی کنٹرول اور لیبر کی ضرورت کے لیے من مانی قید کی پالیسی کی عکاسی کرتا تھا۔ نجات یافتہ افراد جیسے گلیل کے موسیٰ بتاتے ہیں کہ بندوق کی نوک پر مارچ کروایا گیا اور گرفتاری کے دوران نوجوانوں کو گولی مار دی گئی۔ ۱۹۳۶-۳۹ کی عرب بغاوت میں شریک تعلیم یافتہ یا سیاسی طور پر فعال افراد کو زیادہ چھان بین کا سامنا کرنا پڑا، البتہ کچھ نظریاتی وابستگیوں (مثلاً کمیونسٹ) کی وجہ سے بیرونی دباؤ کے باعث بہتر سلوک بھی ملتا رہا۔

سخت حقیقت: کیمپوں کے حالات

ان کیمپوں میں زندگی محرومی اور زیادتی سے بھری تھی، انسانی معیارات سے بہت دور۔ رہائش برطانوی مینڈیٹ کے دوبارہ استعمال شدہ ڈھانچوں، کانٹے دار تار اور واچ ٹاور سے گھری خیموں، یا آدھے تباہ شدہ فلسطینی گاؤں کی عمارتوں پر مشتمل تھی۔ بھیڑ بہت تھی، ۲۰-۳۰ آدمی ایک نم یا لیک کرنے والی خیمہ یا کمرے میں، جس سے سردیوں میں پانی پتوں، گتے یا لکڑی کے ٹکڑوں کے عارضی بستر کے نیچے آجاتا۔ صفائی کا حال نہایت برا تھا: کھلے بیت الخلاء، ناکافی دھلائی کی سہولیات اور خراب حفظان صحت سے تپ دق جیسی بیماریاں پھیلتی تھیں۔ خوراک انتہائی کم تھی—کام کرنے والوں کو روزانہ ۴۰۰-۷۰۰ گرام روٹی، خراب پھل، گھٹیا گوشت اور نایاب سبزیاں—جس سے غذائی قلت ہوئی۔ پانی شدید محدود تھا، جو جبری مارچ اور روزمرہ معمولات میں تکلیف بڑھاتا تھا۔

طبی امداد بالکل ناکافی تھی؛ مریض بغیر علاج کے پڑے رہتے، بوڑھے اور بچے سب سے زیادہ متاثر ہوتے، کچھ سردی یا بغیر علاج کی چوٹوں سے مر گئے۔ زیادتیاں نظام کا حصہ تھیں: مارپیٹ، «بھاگنے کی کوشش» کے بہانے من مانی گولیاں، اور کیبوتز رہائشیوں

کے سامنے ننگے کر کے تلاشی لینے جیسے ذلیل کرنے والے عمل۔ جنوری ۱۹۴۹ کی رپورٹ میں ICRC کے نمائندے ایمیل موئری نے لکھا: «یہ مسکین لوگ، بالخصوص بوڑھے، جنہیں بغیر وجہ گاؤں سے اچک لیا گیا اور کیمپ میں ڈال دیا گیا، مجبور ہیں کہ گیلی خیموں میں سردی گزارتے ہوئے اپنے خاندانوں سے دور رہیں؛ جو ان حالات برداشت نہ کر سکے وہ مر گئے۔» سابق برطانوی افسران اور ارگون کے سابق ارکان پر مشتمل گارڈز نے خوف کا راج قائم کیا، روزانہ چیکنگ، کام اور دھمکیاں معمول تھیں۔

ICRC نے کیمپوں کا دورہ کر کے خلاف ورزیاں دستاویزی کیں، مگر ان کا اثر صرف «اخلاقی قائل کرنے» تک محدود رہا کیونکہ اسرائیل اکثر رہائی یا بہتری کے مطالبات نظر انداز کر دیتا تھا۔ رپورٹس میں ملے جلے جائزے تھے—ابتدائی تنقید خوراک اور جبر پر تھی، ۱۹۴۸ کے آخر تک صفائی میں کچھ بہتری آئی—لیکن شہری اور پی او ڈبلیو کے درمیان الجھن برقرار رہی۔

جبری مشقت کے ذریعے استحصال: جنگی ضروریات کی ریڑھ کی ہڈی

جبری مشقت ان کیمپوں کے بنیادی مقصد تھی، قیدیوں کو یہودی تعبئہ کی وجہ سے لیبر کی کمی کے باوجود اسرائیل کی ابھرتی ہوئی انفراسٹرکچر کے لیے استعمال کیا گیا۔ کام انتہائی سخت اور خطرناک تھے، ہتھیار بند نگرانی میں روزانہ کیے جاتے: لاشوں، ملبے اور نہ پھٹنے والے گولوں سے میدان صاف کرنا؛ خندقیں کھودنا اور مورچے مضبوط کرنا؛ سڑکیں بنانا (جیسے نگیو میں ایلات تک)؛ پتھر تراشنا؛ سبزیاں اگانا؛ فوجی کوارٹرز اور بیت الخلاء صاف کرنا؛ تباہ شدہ فلسطینی گھروں سے لوٹی ہوئی چیزوں کی ڈھلائی۔ انکار پر مار یا گولی، جیسا کہ نجات یافتہ توفیق احمد جمعہ غانم نے بتایا: «جس نے کام سے انکار کیا اسے گولی مار دی گئی۔ کہتے تھے وہ بھاگنے کی کوشش کر رہا تھا۔»

کام کے حالات کیمپ کی تکلیفوں میں اضافہ کرتے تھے: شدید موسم میں سارا دن کام، «ترغیب» کے طور پر نہایت کم راشن۔ جولائی ۱۹۴۸ میں ICRC کے نمائندے جیک دی رینیئر نے اسے «غلامی» قرار دیا، کہ ۱۶-۵۵ سال کے شہریوں کو فوجی کاموں کے لیے قید کیا گیا جو ممنوعہ جبر کی خلاف ورزی تھی۔ ام خالد سے مروان عقاب الیحییٰ کی شہادت بتاتی ہے کہ محرابوں میں پتھر کاٹتے وقت صبح ایک آلو اور رات کو آدھی سوکھی مچھلی ملتی تھی، درمیان میں بار بار ذلت۔ کام کیمپ سے باہر تسیپے رامون جیسے مقامات تک پھیلا، جو براہ راست جنگی کوشش اور ریاستی ڈھانچہ سازی میں مدد دیتا تھا۔

اسرائیلی مؤرخ بینی مورس اپنی کتاب **The Birth of the Palestinian Refugee Problem Revisited** میں ان قیدوں کا مختصر ذکر کرتے ہیں کہ لد اور رملہ کے فلسطینیوں کو سکریننگ کے لیے روکا گیا اور زراعت، گھریلو اور فوجی امداد میں

استعمال کیا گیا جب تک رہا یا نکال نہ دیا گیا۔ لیکن وہ انہیں افراتفری کے درمیان عارضی سیکورٹی اقدامات قرار دیتے ہیں، فلسطینی حامی ذرائع کے مقابلے میں منظم استحصال کو کم کر کے دکھاتے ہیں۔

بین الاقوامی قانون کی خلاف ورزی: صریح خلاف ورزی

یہ طریقے ابھرتے اور روایتی بین الاقوامی انسانی قانون سے متصادم تھے، بالخصوص ۱۹۲۹ کی جنیوا کنونشن برائے پی او ڈبلیو اور ۱۹۰۷ کی ہیگ ریگولیشنز جو ۱۹۴۸ کے معیارات پر اثر انداز تھیں۔ من مانی اغوا اور بغیر الزام کے غیر معینہ قید نے جبری منتقلی سے تحفظ (بعد میں جنیوا کنونشن IV، آرٹیکل ۴۹ میں) اور بلا تفریق انسانی سلوک کے تقاضوں کی خلاف ورزی کی۔ جبری مشقت، خصوصاً خندق کھودنا یا یو ایکس او ہٹانا جیسے فوجی کاموں نے ۱۹۲۹ کنونشن کے آرٹیکل ۳۱ کی خلاف ورزی کی جو دشمن کی کارروائیوں میں مدد یا جان کو خطرے میں ڈالنے والے کام ممنوع قرار دیتا ہے۔

کیمپوں کے حالات—ناکافی خوراک، صفائی اور طبی امداد—صحت برقرار رکھنے کے لیے مناسب راشن (۱۹۲۹ کنونشن، آرٹیکل ۱۱) اور ماہانہ طبی معائنے (آرٹیکل ۱۵) کے تقاضوں سے انحراف تھے۔ ICRC نے بارہا ان خلاف ورزیوں پر احتجاج کیا، مگر مغربی طاقتوں کی حمایت یافتہ اسرائیل کی عدم تعمیل نے مداخلت ناکام بنا دی۔ آج روم سٹیٹیوٹ کے تحت شہریوں کو خطرناک کاموں میں استعمال سمیت یہ اعمال جنگی جرائم شمار ہوتے، جو تنازع پر دیرپا قانونی سایہ ڈالتے ہیں۔

ورثہ اور غور و فکر

۱۹۴۸-۱۹۵۵ میں فلسطینی شہریوں کی قید نکبہ کا ابھی تک کم مطالعہ شدہ پہلو ہے، جس پر بڑے پیمانے پر بے گھری نے سایہ ڈال رکھا ہے۔ قیدیوں میں سے ۷۸٪ (تقریباً ۶۷۰۰) کو ہتھیار بندی مذاکرات میں «یرغمالی» کے طور پر نکال دیا گیا اور واپسی سے روک دیا گیا، باقی کو مرحلہ وار رہا کیا گیا۔ اس واقعہ نے نہ صرف فوری تکلیف دی بلکہ نسلوں تک صدمے اور لاجئ بحران میں بھی حصہ ڈالا۔ آج جب تاریخی احتساب پر بحثیں جاری ہیں، خفیہ شدہ آرکائیوز کے ذریعے ان کیمپوں کو تسلیم کرنا تنازع کے اصل اسباب کے مکمل فہم کو فروغ دیتا ہے۔ ان خلاف ورزیوں کا سامنا کر کے معاشرے انصاف اور بین الاقوامی اصولوں پر مبنی مصالحت کی طرف بڑھ سکتے ہیں۔

حوالہ جات

1. ابو ستہ، سلمان، اور ٹیری ریمپل۔ "The ICRC and the Detention of Palestinian Civilians in Israel's 1948 POW/Labor Camps." **Journal of Palestine Studies** 43, no. 4 (2014): 11-38.

2. مورس، بینی۔ **The Birth of the Palestinian Refugee Problem Revisited**. کیمبرج: کیمبرج یونیورسٹی پریس، 2004۔

3. انٹرنیشنل کمیٹی آف دی ریڈ کراس (ICRC)۔ ۱۹۴۸ تنازعات پر خفیہ شدہ آرکائیوز۔

4. زوخروت۔ "Remembering the Prisoners of War Camps." کتابچہ، ۲۰۲۴۔

5. جنیوا کنونشن برائے پی او ڈبلیو (۱۹۲۹)۔

6. جنیوا کنونشن (III) برائے پی او ڈبلیو (۱۹۴۹)۔

7. ICRC کی ۱۹۴۸ میں کردار پر اضافی سیاق: "From our archives: protecting prisoners and detainees."

8. الاوضہ۔ "On Israel's little-known concentration and labor camps in 1948-1955." ۱۹ اکتوبر ۲۰۱۴۔